

اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

محمد شہباز منج: محمد جمیل احمد

موجودہ دور میں ریاستوں کے نظام اور ان کی ترقی و خوشحالی میں معیشت کا کردار نہایت ہی بنیادی ہے۔ جس ریاست کی معیشت مضبوط نہیں وہ کسی میدان میں مشکل ہی کوئی کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ معیشت کی مضبوطی ریاست کی خاطر خواہ آمدنی پر منحصر ہے ریاست کی آمدنی کا ایک نہایت اہم ذریعہ ٹیکس یا محصولات ہیں۔ ٹیکسوں کا نظام کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ عرصہ قدیم سے رائج چلا آ رہا ہے۔ قدیم یونان اور روم میں زیر استعمال اشیاء پر ٹیکس عائد کیا گیا۔ درآمدی ٹیکس کو ملکی مصنوعات پر حاصل ہونے والے ٹیکس سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ ہنگامی حالات میں جائیداد پر بھی عارضی ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ اسلام جس قسم کی ریاست تشکیل دیتا ہے اس میں شہریوں کی بنیادی معاشی ضروریات کی فراہمی کا ایک لازمی فریضہ ٹھہرتی ہے۔ گویا معاشی تناظر میں جدید فلاحی ریاست جس چیز کی ذمہ دار ہے 'اسلامی ریاست بدرجہ اولیٰ اس کی ذمہ دار ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی ریاست جدید فلاحی ریاست سے زیادہ فلاحی ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست نے بھی اپنے ذرائع آمدن پر بھرپور توجہ دی ہے۔ اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں بھی محصولات یا اس نوعیت کی سرکاری وصولیاں ہمیشہ سے نہ صرف ضروری سمجھی گئی ہیں بلکہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام سے قبل رعایا محصولات کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ اسلام نے انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور محصولات کا انتہائی سادہ آسان اور عام فہم نظام متعارف کروایا۔ اسلامی معاشیات میں محصول وصول کرنے کا مقصد صرف حکومتی اخراجات کی تکمیل نہیں بلکہ غریبوں، بے روزگاروں، یتیموں اور مقروضوں وغیرہ کی دیکھ بھال بھی ہے۔

ذیل کی سطور میں مقصود اس بات کا جائزہ ہے کہ اسلامی ریاست کا نظام محصولات کیا اور کس نوعیت کا ہے؟ کتاب وسنت، صحابہ تابعین اور متقدمین و متاخرین علما کی فکر اور ان کا عمل اس ضمن میں کیا رہا ہے؟ کیا اسلامی ریاست زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد کرنے کا حق رکھتی ہے؟ نیز یہ کہ آج

کے دور میں ٹیکس کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست کا رویہ اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے اور یہ چیز کس طرح ایک جدید فلاحی اسلامی ریاست کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے میں مددگار ہو سکتی ہے؟

محصول/ٹیکس کا مفہوم:

زیر نظر موضوع پر گفتگو کے ضمن میں مختصراً یہ جاننا ضروری ہے کہ ٹیکس سے مراد یا اس کا مفہوم و مطلب کیا ہے؟ اس حوالے سے جب ہم ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کی متعدد تعریفات ملتی ہیں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار ٹیکس کو compulsory levies for general governmental purposes (1) سے تعبیر کرتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز میں ٹیکسیشن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

taxation is a general concept for devices used by governments to extract money on other valuable things from people and organization by uses of law. (2)

پروفیسر ڈالٹن کے مطابق:

”محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے۔“ (۳)

اصطلاح میں ٹیکس کا اطلاق اس رقم پر ہوتا ہے جو حکومت ملکی ضروریات کے لیے مختلف شکلوں میں لوگوں سے وصول کرتی ہے۔ اگر رعایا مقررہ وقت پر ٹیکس ادا نہ کرے تو حکومت اس کے خلاف قانونی کارروائی کرتی ہے۔ (۴)

قرآن حکیم اور محاصل:

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔ اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے، فقہائے کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب و نوائب کا نام دیا ہے۔ اور ضرائب و نوائب کا ثبوت متعدد آیات قرآنی سے ملتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

فات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل (الروم: ۳۸)

”اور قربات داروں اور مسکین اور مسافر کے تم پر جو حق واجب ہیں وہ ادا کرو۔“

وفی اموالہم حق للسائل والمحروم (الذاریات ۱۹:۵۱)

”اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔“

و یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ: ۲۱۹:۲)

”اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجیے: جو ضرورت سے زائد ہو۔“

سورۃ البقرہ کی اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد محمود مجازی (۵) لکھتے ہیں:

”ایک عادل مسلمان حکمران ملک کے مالدار مسلمان پر زکوٰۃ کے علاوہ مالی ذمہ داری

عائد کر سکتا ہے۔“ (۶)

امام فخر الدین رازی (۷) اپنی تفسیر مفتاح الغیب میں اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

”مالدار لوگوں پر چھتاجوں کی ضروریات کے لئے خرچ کرنا واجب ہے اگرچہ وہ زکوٰۃ ادا کر چکے

ہوں اگر وہ مالدار ایسا نہ کریں تو ان سے زبردستی لینا واجب ہے۔“ (۸)

امام قرطبی (۹) اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کو مالی ضرورت درپیش ہو تو زکوٰۃ کے علاوہ بھی ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔“ (۱۰)

محاصل اور احادیث و آثار:

محاصل یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے

بعض یہ ہیں:

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔“ (۱۱)

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”بے شک تمہارے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔“ (۱۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مختلف اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے

لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔ (۱۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیا کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے

فقر کی کفالت کر سکے پس اگر فقرا بھوکے یا ننگے یا خستہ حال ہوں تو اس کا سبب یہی ہے کہ اغنیا اپنے

فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔ (۱۴)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قیامت کے روز بہت سے مالدار غریبوں کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ یہ غریب لوگ اللہ کے دربار میں فریاد کریں گے: اے ہمارے رب مالدار لوگوں نے ہمارے وہ حقوق ادا نہیں جو ان کے ذمہ تھے۔“ (۱۵)

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس وقت دنیا میں جو افلاس اور بھوک کی لعنت ہے وہ اسی وجہ سے ہے مالدار لوگ اپنی مالی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے حالانکہ مالدار لوگوں کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری کریں۔ (۱۶)

اسلامی نظام محاصل کا تاریخی پس منظر:

اسلامی ریاست کے نظام محاصل کا پس منظر جاننے کے لیے حسب ذیل ادوار کے نظام ہائے محاصل سے متعلق معلومات کا حصول ناگزیر ہے:

۱۔ دور رسالت ﷺ کا نظام محاصل:

نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد بیک جنبش قلم تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا اور رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرمادیا۔ جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظام مالیات اور نظام محاصل کی بنیاد پڑی۔

اسلامی ریاست میں سرکاری خزانہ کو بیت المال کا نام دیا جاتا ہے۔ بیت المال کی بنیاد حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت المال میں آتی تھی وہ فوراً مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس میں جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت، زکوٰۃ، عشر وغیرہ کی آمدنی شامل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ (۱۷) کے بقول:

”حکومت کی آمدنی کی نگہداشت بھی ضروری تھی اور یہ کام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا جو مؤذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی۔“ (۱۸)

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں زکوٰۃ و عشر، جزیہ، خراج، فے، مال غنیمت، اوقاف، صدقات نافلہ، قروض حسن اور اموال فاضلہ وغیرہ شامل تھے۔

۲۔ خلفائے راشدین کے عہد میں نظام محاصل:

خلفائے راشدین کے دور میں وہی نظام محاصل رائج رہا جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ تاہم اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع و عریض ہو چکی تھیں اور اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کئی گنا بڑھ گئے تھے۔ امام ابو یوسفؒ (۱۹) مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں پہلے سال مال کی تقسیم میں ہر شخص کو سات درہم جب کہ دوسرے سال فی کس بیس درہم حصہ ملا۔ (۲۰) حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو آپ نے مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر سابقہ کاشتکاروں کے پاس رکھ کر ان پر خراج عائد کر دیا۔ (۲۱) حضرت عمرؓ نے تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ نیز جو تاجر دوسرے ممالک سے آتے ان پر عسور عائد کیا۔ اس کی شرح دارالحرب کے تاجروں کے لیے ۱۰ فی صد، صدیقیوں کے لیے ۵ فی صد اور مسلمانوں کے لیے اڑھائی فی صد تھی۔ ۲۰۰ درہم قیمت سے کم مال پر عسور معاف تھا۔ (۲۲) حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۵ ہجری میں جب بحرین کا خراج ۵ لاکھ درہم آیا تو آپ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور عبداللہ بن ارقم کو اس کا نگران بنایا۔ (۲۳)

۳۔ عہد بنو امیہ کا نظام محاصل:

امویوں میں سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کچھ مالی اصلاحات کرنے کی کوشش کی۔ (۲۴) عبدالملک بن مروان نے الجزیرہ کے علاقہ کے لوگوں کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات معلوم کیں اور ان کی سالانہ بجٹ کے برابر سالانہ محصول عائد کیا جو کہ چار دینار بنتا تھا۔ (۲۵) حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل کے خلفائے بنو امیہ نے عوام پر بے رحمانہ ٹیکس عائد کئے اور بیت المال کی رقم کو ذاتی اخراجات کے لئے استعمال کیا۔ مولانا مودودی (۲۶) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک فرمان میں ان ناجائز ٹیکسوں کی تفصیل دی ہے۔ (۲۷) اموری دور میں جن علاقوں میں خوارج کو غلبہ حاصل تھا وہ رعایا سے زبردستی زکوٰۃ و عشر اور دیگر محاصل وصول کر لیتے تھے۔ علما نے اس وقت یہ فتویٰ دیا کہ حکومت دوبارہ رعایا سے محاصل وصول نہیں کر سکتی، ریاست کو محاصل وصول کرنے کا حق تب ہے جب وہ رعیت کی حفاظت کرے۔ (۲۸)

۳۔ عہد بنو عباس کا نظام محاصل:

۱۳۲ھ میں خلافت بنو امیہ سے بنو عباس کو منتقل ہوئی۔ خلافت عباسیہ میں بھی سابقہ نوعیت کا نظام محاصل رائج رہا۔ حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زکوٰۃ، عشر، خراج، جزیہ وغیرہ تھے۔ ابو جعفر منصور نے کچھ مالی اصلاحات کیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد کچھ لوگوں نے سرکاری زمینیں پھر ذاتی ملکیت میں لے لیں تو خلیفہ منصور نے یہ زمینیں دوبارہ سرکاری ملکیت میں دے دیں۔ (۲۹) خلیفہ منصور کے بیٹے المہدی نے نظام خراج میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں۔ اس نے خراج بالمسلحہ کی بجائے خراج بالمقاسہ رائج کیا اور اس کی نئی شرحیں مقرر کیں۔ (۳۰) مہدی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ بنا تو امام ابو یوسف سے محصولات کی شرح کے متعلق رائے طلب کی۔ آپ نے پوری کتاب ”کتاب الخراج“ لکھ کر پیش کر دی، خلیفہ نے ان تمام سفارشات کو نافذ کر دیا۔ (۳۱)

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز اور عدم جواز کی بحث:

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علمائے اسلام اور محققین کے دو گروہ ہیں۔ علما کا ایک گروہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ اسلامی ریاست کو ضرورت پڑنے پر محصول وصول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ جب کہ علماء کا دوسرا طبقہ زکوٰۃ، عشر کے علاوہ کسی اور ٹیکس کے جواز کا قائل نہیں اور ٹیکسوں کو خلاف شرع تصور کرتا ہے۔ ذیل میں ہم ان دونوں مکاتب فکر کے علما کی آرا کا مطالعہ و تجزیہ پیش کریں گے۔

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل علما کا نقطہ نظر:

بعض محققین اور علمائے کرام زکوٰۃ و عشر کے علاوہ دیگر محصولات جو حکومت کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں کو غیر شرعی تصور کرتے ہیں۔ یہ اپنے موقف کے حق میں مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے:

اذا دیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک (۳۲)

”جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا تو نے پورا کر دیا۔“

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا: ہل علی غیرہا ”کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: لا الا ان تطوع (۳۳) ”نہیں“ سوائے اس کے کہ تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لیس فی المال حق سوى الزکوة (۳۴)

”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔“

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل اہل علم میں الماوردی، شعرانی اور شوکانی وغیرہ ایسے بڑے بڑے صاحب علم شامل ہیں۔ ماورودی متذکرہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا یجب علی المسلم فی ماله حق سواها (۳۵)

”مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی مالی حق فرض نہیں۔“

امام شعرانی کا کہنا ہے:

”علمائے اسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔“ (۳۶)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں: لیس علیہم غیر الزکوة من الضرائب والمکس ونحوها (۳۷)

”ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں۔“

ٹیکس کے عدم جواز کے قائلین نے قائلین جواز کے استدلال کی تردید بھی کی ہے۔ مثلاً جواز کے قائل علما اپنے موقف کے حق میں ایک روایت یہ پیش کرتے ہیں: ان فی المال حق سوى الزکوة۔ (۳۸) ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“ لیکن قائلین عدم جواز اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں۔ مثال کے طور مولانا فضل الرحمن نے لکھا ہے:

”امام ترمذی نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔“ والی روایت کی سند درست نہیں کیونکہ اس کا راوی ابو حمزہ میمون الاعمور کو ضعیف کہا گیا ہے۔ امام احمد نے ابو حمزہ میمون کے بارے میں کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ امام دارقطنی اور امام بخاری نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔“ (۳۹)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

یحتج بحديث يروى عن فاطمة بنت قيس ان النبي ﷺ قال في المال حق سوى الزکوة وهذا ضعيف لا يثبت عن الشعبي ولا عن النبي ﷺ وليس في المال حق سوى الزکوة. (۴۰)

”اور اس بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔“ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ نہ شعی سے

﴿اَبَا النَّاسِ بِالسَّلَامِ يَوْمَ يَوْمِ بِالْبَسْنَةِ وَاَعْرَفَهُمُ الْاَقْنَامُ تَتَكُونُ حَبِيبًا اِلَى قُلُوبِهِمْ قَرِيبًا مِنْهُمْ﴾ ☆

اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔“

علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی (المتوفی ۹۷۰ھ) نے نقل کیا ہے:

ان تمام اسلامكم وان تؤدوا زكوة اموالكم. (۳۱)

”تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔“

یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد ایک مسلمان مالی فریضہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس پر کوئی مزید مالی فریضہ واجب نہیں رہتا۔ علامہ نحس کا موقف ہے:

”یہ حکم تو اس زمانہ کے لئے تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔ پس جس شخص کے لئے ممکن ہو اپنی ذات سے ظلم کو دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔“ (۴۲)

علامہ مہر خسی نے نہ صرف محاصل کو ظلم قرار دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو ابھارا ہے کہ وہ خود بھی محصولات ادا نہ کریں اور جو ظلم کا علانیہ مقابلہ کر سکتے ہوں انہیں چاہیے کہ ان جانبازوں کا ساتھ دیں اور ان کی مالی مدد کریں، جو ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔ (۴۳)

امام عزالی لکھتے ہیں:

”اگر یہ پوچھا جائے کہ خراجی زمینوں پر مرید محاصل عائد کرنا مصالح کے تحت آتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جب لشکر کے پاس بکثرت مال موجود ہو تو ایسا کرنے کی گنجائش نہیں۔“ (۴۴)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

”اگر کوئی حاکم اپنی ذاتی عیاشیوں کے لئے لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ ایک حرام فعل ہے اور عوام کو اس قسم کے ٹیکس ادا نہیں کرنے چاہئیں۔“ (۴۵)

ٹیکس کے عدم جواز پر دیگر لوگوں نے بھی کافی کچھ تحریر کیا ہے۔ (۴۶)

ٹیکس کے جواز کے قائل علما کا موقف:

اسلامی ریاست کا مقصود ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہے جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے۔ ہر فرد کو لباس، خوراک اور رہائش کی سہولیات میسر ہوں، نیز مستحق افراد کی ضروریات کی

تکمیل معاشرہ کے مخیر حضرات کی اجتماعی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوٰۃ و عشر کی رقوم سے معاشرہ کے ضرورتمند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہ ہو تو کیا اسلامی حکومت دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟ علما کی ایک جماعت اس نوعیت کے ٹیکسوں کو ”ضرائب و نواب“ کے ذیل میں لاتے ہوئے جائز قرار دیتی ہے۔ ان کے مطابق ان کا ثبوت درج ذیل نصوص سے ملتا ہے:

فات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل (الروم: ۳۸)

”اور قربات والوں اور مسکین اور مسافروں کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔“

وفي اموالهم حق للسائل والمحروم (الذاریات: ۵۱)

”اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔“

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ: ۲۱۹)

”اور وہ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے: جو ضرورت سے زائد ہو۔“

واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتیمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفي

الرقاب (البقرہ: ۲)

”اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں دیا۔“

والذین فی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم (المعارج: ۷۰)

”اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے سوال کرنے والے اور محروم کے لیے۔“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فی المالک حق سوی الزکوۃ. (۴۷)

”تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔“

ترمذی کی ایک روایت ہے:

ان فی المال حق سوی الزکوۃ. (۴۸)

”بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق (فرض) ہے۔“

حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے:

☆ احمد کلمہ (سوف یوفیہم الاعمال) والتمسوا فی اداء الواجب فان هذا اول الفضل والاخلاق. ☆

وَالْوَعْرُ وَالْوَجْهُدُ وَالْقَبْضُ وَالْإِغْنَاءُ (٣٩)

وجہ یہی ہوگی کہ اصحاب دولت نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔“

کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔ (۵۰)

(۵۱)۔

مچھلیوں پر محصول عائد کیا۔ (۵۲)

اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا تمام اثاثہ پیش کیا۔

فقہاء کے مطابق مشترکہ نہر کھودنے کے لئے باپہرہ دار کی اجرت و تنخواہ کے لئے یا لشکر آراستہ کرنے

یاجنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس کے سوا دیگر واقعی ضروری امور سے متعلق عائد کیے جانے والے ٹیکس بالاتفاق جائز ہیں۔ (۵۳)

علامہ ابن ہمام کی رائے میں ایسے نئے محصول کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔ (۵۴)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ کفالت عامہ کے لئے اگر زکوٰۃ اور فتنے کی آمدنی کافی نہ ہو تو مالدار افراد پر مزید محاصل عائد کئے جائیں گے۔ امام شافعی نے مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بیت المال خالی ہے اور فوج کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ موجودہ مال اس کے لئے کافی نہیں تو امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو کہ مالدار لوگوں پر اتنے محاصل عائد کر دے جن کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔ (۵۵)

ساتویں صدی ہجری میں اکابر علما نے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام بھی شامل تھے یہ فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جاسکتا ہے۔ امام قرطبی کا کہنا ہے کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان پر مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔ (۵۶)

امام مالکؒ کی رائے ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانیں، خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔ (۵۷)

امام غزالی نے بھی ایک جگہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب لشکر کے پاس مال نہ ہو اور ملک کے عام خزانہ میں بھی اتنا مال نہ ہو جس سے لشکر والوں کی تنخواہوں اور دوسرے مصارف کو پورا کیا جاسکے تو امام کے لئے جائز ہے کہ مالداروں سے لشکر کی ضرورت کے مطابق مال محاصل کے ذریعہ وصول کرے۔ (۵۸)

شمس الاسلامہ امام سرخسی نے ایک جگہ لکھا ہے:

”اگر بیت المال میں مال نہ ہو اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے لشکر تیار کرنے اور اسے سامان جنگ فراہم کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو امام کو اختیار ہے کہ اس مقصد کے لئے جتنے مال کی ضرورت

ہو وہ لوگوں پر محصول عائد کر کے وصول کرے۔ (۵۹)

سید قطب لکھتے ہیں:

جب زکوٰۃ سے ریاست کی ضروریات پوری نہ ہوں تو حاکم کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں بلکہ اسلام نے ایک امام عادل کو ملک کے سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کے وسیع اختیارات دیئے ہیں وہ ضرورت کے مطابق ملک کے مالداروں پر ٹیکس لگا سکتا ہے۔ (۶۰)

شریعت میں کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حکومت اجتماعی ضروریات کے لئے کوئی دوسرا ٹیکس نہیں لگا سکتی۔ ضحاک بن مزاحم کے علاوہ کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ زکوٰۃ نے ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا۔ (۶۱)

ٹیکس کے حامی اور مخالف علماء کی آرا کا تقابلی جائزہ:

فقہاء نے ضرائب و نواہب یعنی ہنگامی ٹیکسوں کی دو اقسام بیان کی ہیں: ۱۔ ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جاتے ہیں۔ ۲۔ وہ محاصل جو ظالم حکمرانوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے عائد کئے ہوں اور جن سے مفاد عامہ وابستہ نہ ہو۔

ان محاصل میں بعض تو وقتی اور ہنگامی طور پر عائد کئے جاتے ہیں اور بعض دوامی ہوتے ہیں۔ غرض ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جائیں ان کے متعلق فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ان کی ادائیگی ملک کے باشندوں پر فرض ہے۔ لیکن ایسے جدید محاصل جن سے عام مفاد وابستہ نہ ہوئے ادا کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: اگر نواہب سے مراد ہمارے زمانے کی طرح کے محاصل ہیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور منجملہ ان فقہاء کے جو ان کے جواز کے قائل ہیں ان میں فخر الاسلام علی بزدوی بھی شامل ہیں۔ امام علی بزدوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ موجود ہو تو اس کی کفالت صحیح ہو جاتی ہے خواہ مطالبہ حق ہو یا باطل۔ (۶۲)

ماوردی نے جدید ٹیکسوں کے ضمن میں یہ رائے قائم کی ہے کہ حکمران ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کے ساتھ ظلم نہ کریں۔ اور رعایا جائز اور مفاد عامہ کی خاطر لگائے گئے ٹیکسوں میں حکمرانوں کے ساتھ تعاون کریں آپ نے نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لان الزیادۃ ظلم فی حقوق الرعية والنقصان ظلم فی حقوق بیت المال۔ (۶۳)

”کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کسی بیت المال پر ظلم ہے۔“

ہنگامی ٹیکسوں کی ضرورت تین مقاصد کے لئے پیدا ہو سکتی ہے: اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی اخراجات، دفاع، جہاد، تعلیم و تربیت، دعوت اسلام، قیام عدل اور کفالت عامہ کے لئے ناکافی ہو، ثانیاً اسلامی ریاست کو ملک کی تعمیر و ترقی اور اپنے مصارف حکمرانی پورے کرنے کے لئے مزید مال کی ضرورت ہو، ثالثاً معاشرہ کے اندر غیر مساویانہ تقسیم دولت اور عدم توازن کے خاتمہ کرنا ہو۔ (۶۴)

اس سلسلہ میں ابن حزم کا موقف ہے کہ ہر ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں۔ اگر زکوٰۃ اور نفی کی آمدن ان کے لئے ناکافی ہو تو سلطان ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ (۶۵) متعدد علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جاسکتا ہے۔ اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو اس کے لئے مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ مذہب ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانیں خواہ ان کا سالانہ مال خرچ ہو جائے۔ (۶۶)

مزید محاصل کن چیزوں پر عائد کئے جائیں؟ اور مزید مال کس طریقے سے مالداروں سے وصول کیا جائے؟ اس ضمن میں شریعت اسلامی نے اس ہدایت کے سوا کہ: ”کسی شخص پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔“ ہمیں کسی بات کا پابند نہیں کیا۔ آج کل یہ ٹیکس آمدنی پر، اشیا کی پیداوار یا فروخت پر، اشیا کی درآمد و برآمد پر، سرمایہ یا جائیداد پر عائد کئے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست عدل و انصاف اور مفاد عامہ کے اصول کو مدنظر رکھ کر ہنگامی حالات میں عارضی طور پر معینہ مدت کے لئے کوئی بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ لیکن یہ ہنگامی ٹیکس اسلامی حکومت اس وقت عائد کر سکتی ہے جب شرعی ٹیکسوں (زکوٰۃ و عشر) اور حکومت کے پیداواری اور دیگر ذرائع سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی جائز فلاحی ضرورت کی کفالت کر سکے، نیز جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلہ جیسے ہنگامی حالات میں حکومت

انگنیا سے مزید ٹیکس وصول کر کے اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔ (۶۷)

خلاصہ بحث:

ٹیکس کی شرعی حیثیت اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے علماء کے حامی و مخالف ہر دو گروہوں کے دلائل کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست ضرورت کے تحت زکوٰۃ عشر کے علاوہ بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ حکمران رعایا پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد کریں یا ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کریں۔ یوں اگر دقت نظر سے کام لیں تو ٹیکس کے حامی اور مخالفین کی آراء کو باہم تطبیق دی جاسکتی ہے۔ مخالفین کی رائے اس اعتبار سے با وزن ٹھہرتی ہے کہ زکوٰۃ و عشر کو اگر ان کی صحیح روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے تو دیگر ٹیکسوں کی ضرورت بہت ہی کم رہ جائے۔ اور حامین بھی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ حکمران ٹیکس کے جواز کو بہانہ بنا کر اپنی عیاشیوں کے لیے عوام الناس کا خون چوسیں۔ جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسیشن کے حوالے سے قابل لحاظ چیزیں یہ ہیں: کوشش کی جائے کہ زکوٰۃ و عشر کا نظام اس طرح سے نافذ العمل ہو کہ حکومت کے تمام اخراجات اس سے پورے ہو جائیں اور عوام الناس دیگر ٹیکسوں کی ادائیگی کی شدید معاشی پریشانی سے بچ جائیں۔ اگر کوئی واقعی صورت درپیش ہو تو دیگر ٹیکس عائد کئے جائیں، لیکن ان کا نفاذ امر اور صاحب حیثیت لوگوں پر ہوا اور غریب و مساکین کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ ٹیکس وصولی پر دیانت دار لوگوں کا تعین ہوا اور انہیں وصولیوں کے ضمن میں وسیع اختیارات سونپے جائیں تاکہ جس پر ٹیکس عائد ہو اس سے ادائیگی کو سو فیصد یقینی بنایا جائے۔ جو لوگ معاشی بد حالی یا قحط سالی وغیرہ کا شکار ہو جائیں، انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے۔ جو اشیاء عوام الناس اور غریب لوگ استعمال کرتے ہوں ان پر ٹیکس عائد نہ کیا جائے، اس کے برعکس جو چیزیں امر استعمال کرتے ہیں ان پر ٹیکس عائد بھی کیا جائے اور اس کی وصولی میں کوئی رورعایت بھی نہ برتی جائے۔